مسلمانوں کے لیے مشن

سینکڑوں عراقی مسلم پناہ گزین مسیحیت کی آغوش میں چلے گئے۔

خلیجی جنگ سے متاثر عراقی مہاجرین جو شام میں مقیم ہیں، ان کے ۳۵ دیہات اور ایک بڑے مرکز میں بیروت کے کیرن ٹینا گاسپل چرچ (Karentina Gospel Church) کے چار کارکنوں کو شامی کرسچن الائنس (Syrian Christian Alliance) کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔ لبنانی اور شامی کارکنوں نے دس ہفتے امدادی اور تبشیری کام کیا۔ جریدہ Pulse کی رپورٹ کے مطابق ان کارکنوں نے عہد نامۂ جدید کے پندرہ سو نسخے، مسیحی تعلیمات پر مبنی چار ہزار کتابچے اور ایک سو پچاس کتابیں تقسیم کیں۔ اس تبشیری اور امدادی کام کے نتیجے میں مبیّنہ طور پر چار سو عراقی مسلمانوں نے مسیحیت اختیار کر لی ہے۔

مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟

"ایک صدی سے کچھ اوپر عرصہ ہوا جب ۱۸۹۰ء میں سموئیل زویمر نے مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں میں اپنے کام کا آغاز کیا تھا۔ اس وقت پوری دنیا میں مسلم آبادی تیس کروڑ کے لگ بھگ تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لیے نصف صدی تک کام کیا اور انہیں پوری توقع تھی کہ اسلام شکست و ریخت سے دوچار ہوگا لیکن ایسا نہ ہوا۔ خلیجی جنگ کے بعد ایک بار پھر کچھ لوگوں نے اسلام کی یک لخت شکست و ریخت کی پیش گوئی کی تاہم دھڑام سے گر جانے کا کوئی حادثہ نہ ہوا بلکہ آج مسلمانوں کی آبادی ایک ارب ہو چکی ہے اور ان کا دین مسلسل پھل پھول رہا ہے۔"

"ان ناامیدیوں اور مایوسیوں کے بعد آخر مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟" بلاشبہ اس کا جواب ہے کہ مزید دعائیں، مگر ان دعاؤں کے ساتھ صحیح قسم کے مزید مبشّرین اور مغربی مشن ایجنسیوں میں مسلمانوں کے درمیان تبشیر کی مزید لگن کی ضرورت ہے۔"

مندرجہ بالا مختصر تمہید کے ساتھ Evangelical Missions Quarterly میں شائع شدہ ایک مقالہ "مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟" میں لکھا گیا ہے کہ مسیحی مبشّرین "انہیں مسیح کا پیغام پہنچانے کے لیے ان کے پاس نہیں گئے ہیں۔" اس کے جو اسباب مقالہ نگار جناب کیٹ نے بتائے ہیں ان کا تعلق مسیحیوں سے ہے جو مسلمانوں تک رسائی حاصل کرنے میں تقریباً نہ ہونے کے برابر دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آج بہت سے مسلمان ملک اپنے ہاں مبشّرین

کو کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تاہم مسیحی ملکوں میں اقلیتوں کی صورت میں بڑی تعداد میں مسلمان آباد ہیں۔ "آپ ان مسلمانوں کے درمیان کام کرنے میں اپنا وقت صرف کر سکتے ہیں۔ آپ کو خیمہ سازی* کے لیے کسی کام کی تلاش کی ضرورت نہیں جس میں تبشیر کے لیے زیادہ وقت نہیں بچتا۔" جناب کیٹ کے نقطۂ نظر کے مطابق "مسلمان اپنے وطن سے دور مسیحی ملکوں میں مبشّرین کی بات زیادہ توجہ اور غور سے سنتے ہیں۔ پس ہمیں پناہ گزین یا بے گھر مسلمانوں تک رسائی کے لیے تیزی سے کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔"

جناب کیٹ تجویز کرتے ہیں کہ مبشّرین کو اب وہ دروازے کھول دینے ہوں گے جو ایک طویل عرصے سے بند ہیں۔ چاہے ان دروازوں کو کھولنے کے لیے "دستک دینی پڑے، انہیں ہلانا پڑے یا ذرا ٹھوکر ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔" وہ انکشاف کرتے ہیں کہ آج "مسلمان ملکوں میں ۴۵۰۰ افراد بائبل خط و کتابت کورس پڑھ رہے ہیں۔" اور یہ سب کچھ محض اس لیے ہے کہ کچھ دُھن کے پکے مبشّرین تسلسل سے "دستک دے رہے ہیں، دروازے ہلا رہے ہیں بلکہ ان پر ضربیں لگا رہے ہیں۔" ان کے خیال میں مبشّرین کو مسلمانوں سے ربط پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کے لیے بار بار ملاقات کرنا لازمی ہے۔ بہتر تعلقات اور رابطے کے لیے زبان جاننا بھی ضروری ہے۔ جناب کیٹ ایک خامی کی جانب یوں اشارہ کرتے ہیں۔ "ہمیں ہر وقت مطالعۂ اسلام کرتے رہنے اور تبشیر میں عدم دلچسپی سے بچنا چاہیے۔ اسلام ایک مذہب ہے جو بہت زیادہ پڑھا گیا ہے مگر مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کی کوشش کم ہوئی ہے۔" وہ زور دے کر کہتے ہیں کہ "مبشّرین زیادہ تر مسلمانوں سے اس لیے ربط پیدا کرتے ہیں کہ ان سے گفتگو کر کے اپنی مبشّرانہ صلاحیتوں نیز دینیاتی اور انجیلی مطالعہ کو بہتر بنا سکیں۔ بعض اوقات دینی مقاصد کی بجائے محض دنیوی مفادات ان کے پیش نظر ہوتے ہیں۔"

آخر میں وہ کہتے ہیں کہ "بعض قومی چرچوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں میں دعوت و تبشیر کے لیے کوشاں ہیں۔" ان کی رائے میں مبشّرین ان لوگوں کے تجربے سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر "وہ ایک بزرگ کو جانتے ہیں جنھوں نے تقریباً دو سو مسلم نو مسیحیوں کو بپتسمہ دیا ہے۔ ہم اس قسم کے لوگوں سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔" (بہ شکریہ ماہنامہ "فوکس" لیسٹر - اگست ۱۹۹۲ء)

---

*ان مسلم ممالک میں جہاں مبشّرین کو کھلم کھلا مسیحی تبشیر کی اجازت نہیں وہاں مبشّرین ڈاکٹر، انجینیر، کلرک یا کسی دوسری صورت میں جاتے ہیں۔ زیادہ وقت اسی منصب کا کام کرتے ہیں مگر ان کا اصل کام تبشیر و تبلیغ ہوتا ہے۔